کسی اور ہی نقطۂ نظر سے دیکھ رہے ہیں ، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے یہ پوزیشن پسند نہیں کی ۔ اس بات کو انھوں نے "جنّتی" اور "حُوریہ" کے مابین "فطری کشش" اور "راحت اور خدمت کا حق" وغیرہ کے ملفوف انداز میں ادا کیا ہے ۔ کیا جنت کا یہ جنسی تصور جنت کی توہین تو نہیں ؟

۹۔ قرآن حکیم میں جنت کی نعمتوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے : فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ یعنی کوئی آدمی بھی ان نعمتوں کو نہیں جانتا جو ان بندوں کے لیے چھپائے رکھی گئی ہیں ، اور جن میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے ۔"
لیکن مودودی صاحب کی اس تفسیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کی حقیقت اور اصلیت کو جانتے ہیں ۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ جناب کا ذریعۂ معلومات کیا ہے ؟

ہم حضرت مولانا سے اپیل کریں کہ اب جب کہ انھوں نے یہ بحث چھیڑ دی ہے تو وہ ہمارے ان سوالات کا جواب بھی عطا فرما دیں ۔ اور اگر وہ ان کا جواب نہ دے سکیں تو پھر خدا کے لیے ٹھنڈے دل سے کسی لمحۂ فرصت میں غور فرمائیں کہ اس طرح کی من مانی تشریحات سے وہ اسلام کی کیا خدمت انجام دے رہے ہیں ۔ اس طرح ان کی طبع جدت پسندی کی تو تسکین ہو جاتی ہوگی ، مگر ہماری نوجوان نسل کے شکوک و شبہات کا کیا بنے گا غیر مسلم دنیا کیا کہے گی ؟ کاش کہ مولانا صاحب علامہ اقبال مرحوم کے اس شعر کا مصداق بننے کی کوشش نہ کرتے ؎

احکام ترے حق ہیں ، مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا دیتے ہیں پاژند

(روزنامہ حریت ، اکتوبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۴ کراچی)

یہ ہیں "حور و غلمان" ، جن کا ذکر جنت کی نعمتوں میں بار بار کیا گیا ہے ۔ روایتی ذخیرہ میں حوروں کے حسن و جمال کا ذکر ہے اور غلمان کی اطاعت شعاری اور خدمت کا بیان موجود ہے ۔ خدا بھلا کرے مودودی صاحب کا کہ جن کے ارشادات سے پتہ چلا ہے کہ

حور وغلمان کفار کی اولاد میں سے ہیں - گویا مؤمنین دشمنانِ دینِ متین سے اگر نبٹ نہ سکے اور اس عالم آب وگل میں شکست کھا گئے تو کیا ہوا ؟ جنت میں وہ سب حساب کتاب ان کی اولاد سے صاف کریں گے ! کیا ؟ یہ ہے جنّت ؟ اور اس کا ماحول ؟ سچ کہا غالبؔ نے ؎

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت، لیکن
دل کے بہلانے کو غالبؔ، یہ خیال اچھا ہے

شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم (اردو)

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم- اے سابق صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ وتحقیق کا حاصل یہ کتاب ہے - اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پوری تعلیم کا احصاء کیا ہے ، اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں- پہلا اڈیشن ختم ہوگیا ہے اور قدر دان پڑھنے والوں کے اصرار پر دوسرا اڈیشن چھپ رہا ہے - معیارِ طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے -

ڈاکٹر محمد ریاض

شیخ یعقوب صرفی

مذہبی فرقہ بندی کی مخالفت کے آئینے میں

حضرت شیخ یعقوب صرفی دسویں گیارہویں صدی ہجری کے عظیم صوفیہ، علماء اور مصلحین میں سے ایک تھے۔ انھوں نے برصغیر کے اکثر علاقوں میں گزر فرمایا۔ ایرانِ قدیم کے مختلف شہروں میں گئے، دو بار حج کیا اور ممالکِ عرب کی سیاحت فرمائی کئی معاصر علماء اور صوفیہ سے ملاقات کی۔ برصغیر، خصوصاً وادی جموں و کشمیر اور ایران میں مذہبی فرقہ بندی کی کشمکشوں کو ختم کروانے یا کم از کم معتدل بنانے کی خاطر انھوں نے بڑی کوشش کی۔ وادی مذکور کے خلفشار و انتشار کو ختم کرنے کی خاطر انھوں نے اکبرِ اعظم کو مداخلت کرنے پر مائل کیا اور اس خطے کو سلطنت مغلیہ کا ایک جزو بنوایا۔

صرفی عربی صرف و نحو کے ماہر، متداول علوم و فنون کے متبحر، عظیم مصنف اور فارسی کے عرفانی شاعر تھے۔ انھوں نے کئی باکمال اساتذہ سے استفادہ کیا۔ اور خود نامور تلامذہ کی تربیت فرمائی۔ ان کے ارشد تلمیذوں میں حضرت شیخ احمد سرہندی معروف بہ مجدد الف ثانی بھی شامل ہیں۔

اکبری عہد کا نامور شاعر، ملک الشعراء ابوالفیض فیضی فیاضی اور اس عہد کا معروف

مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی دونوں صرفی کشمیری کے قدردان احباب میں سے تھے۔ صرفی اس پائے کے بزرگ تھے کہ انھوں نے عوام، اعیان و اکابر اور بادشاہوں پر بھی اثر ڈالا۔ اس عظیم روحانی، علمی اور ملی شخصیت کے بارے میں چند تفصیلی اشارے اربابِ ذوق کی خاطر امید ہے کہ مفید رہیں گے۔

حیاتِ صرفی

مفتی محمد شاہ سعادت نے ہمارے اس ذیلی عنوان پر ایک پوری کتاب لکھی ہے؛ اس کے مطابق صرفی ۹۲۸ھ[1] میں نواح سرینگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد خواجہ حسن عاصمی کے ہاں سات فرزند تھے صرفی ان میں دوسرے درجے پر تھے۔ آپ گنائی خاندان سے منسلک تھے "گنائی" سنسکرت میں اہل قلم کو کہتے ہیں۔ اور خاندانِ صرفی اس لقب کا سزاوار تھا[2]۔

یعقوب صرفی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ ملا محمد آنی کے تلامذہ میں شامل ہوئے۔ ملا محمد رفیع، مولانا عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ) کے شاگرد تھے۔ صرفی نے حافظ بصیر (م ۹۶۰ھ۔ جو نابینا تھے) اور محلہ قطب الدین پورہ کی درگاہ کے نامور استاذ ملا رازی سے خصوصی استفادہ کیا۔ موخرالذکر نے عربی علم صرف میں شیخ یعقوب کو وہ تبحر حاصل کرا دیا جس کی بنا پر وہ "صرفی" کہلائے۔ اور اسی لقب کو اپنا تخلص بنایا۔ ملا رازی ۹۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

صرفی نے ۱۸ برس کی عمر میں متداول علوم و فنون میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ سات یا بقولِ بعض دس برس کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ علمی کمال کے باوجود آپ ممالکِ اسلامی کے علماء سے مزید استفادہ کرنے کے آرزو مند تھے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ۹۴۶ھ میں انھوں نے سمرقند کا سفر اختیار کیا۔ اور وہاں جا کے

۱؎ ۹۰۸ھ بھی آپ کا سال ولادت بتایا جاتا ہے۔

۲؎ محمد الدین فوق، تاریخ اقوام کشمیر۔

کے لیے اپنے والدین اور اساتذہ کو بمشکل راضی کیا۔[1] کہا جاتا ہے کہ وہاں جانے کے ضمن میں ایک رویائے صادقہ نے آپ کو بے قرار کر دیا تھا۔

مفتی شاد سعادت حیات صرفی (رسالہ ۱۹۸۱ء) میں لکھتے ہیں کہ صرفی صاحبِ ضیاع تھے۔ والد نے انھیں زمینوں کی دیکھ بھال کے کام میں لگا رکھا تھا۔ ایک دن آپ محفلِ سماع میں شریک تھے کہ والد نے انھیں دیکھ لیا اور اس بات کا برا منایا۔ صرفی نے اپنی اضطراری حالت بیان کی۔ دوسرے دن صبح کی نماز میں خانقاہ معلی سرینگر میں آپ پر بیخودی طاری ہوگئی جو نمازِ عصر تک باقی رہی۔ اسی دوسری رات آپ کو حضرت میر سید علی ہمدانی اور شیخ حسین خوارزمی کی زیارت نصیب ہوئی۔ سید علی اپنے مرید سید حسین کو حوالے کر رہے تھے:

اس کو تربیت پا کر کامل و کمزور تر کر لے

صرفی نے اس خواب کے نتیجے میں سمرقند جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ حضرت سید علی ہمدانی کے مزار واقع (کولاب۔ تاجکستان) پر حاضری دی اور وہاں سے شیخ حسین خوارزمی کی خدمت میں سمرقند گئے۔ وہاں کی خانقاہ میں آپ نے خدمت کی، چلہ کی تربیت پائی اور اپنے ہمراز کر کے ہمدم بنا دیا۔ شیخ حسین خوارزمی (م ۹۵۶ھ یا ۹۵۸ھ) اس زمانے کے باکمال اولیاء اللہ میں سے تھے۔ صرفی نے ان سے خرقہ حاصل کیا اور ان کی مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کی سعادت پائی تھی۔ انھوں نے وہاں شیخ احمد جندی سے بھی ظاہری اور باطنی علوم استفادہ کیا تھا۔

پہلا سفرِ حج

صرفی شیخ حسین خوارزمی کے ساتھ سمرقند سے ہی پہلے سفرِ حج پر روانہ ہوئے تھے مگر بظاہر وہ ایک بار وطن لوٹ کر دوسری بار سمرقند گئے اور شیخ کی معیت اختیار کی۔ حرمین شریفین کے بزرگ صرفی کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے۔ شیخ ابنِ حجر مکی سے آپ

---

[1] حیاتِ صرفی

نے درس حدیث لیا اور خرقۂ خلافت پایا تھا۔ واپسی پر آپ مشہد تشریف لائے اور شاہ طہماسپ صفوی سے ملاقات کی[۱]۔ نوجوان صرفی نے شاہ کو فرقہ بندی کی پالیسی ترک کرکے اور سنی و شیعہ مسلمانوں کو یکساں سلوک کا مستحق قرار دینے پر زور دیا۔ صرفی کی اس تلقین پر صفویوں کے جانشین نادر شاہ افشار نے خوب عمل کیا تھا۔

نادر آں دانائے رمزِ اتحاد
بہ مسلماں داد پیغامِ وداد (اقبال)

صرفی مشہد سے بغداد گئے اور علمی و روحانی سیاحت کے بعد وطن لوٹے۔ ۹۵۴ھ میں آپ نے شادی کی۔ آپ کے ہاں محمد یوسف نام کے ایک بیٹے کا ذکر ملتا ہے۔ مثنوی وامق و عذرا میں آپ نے اُسے مخاطب جان کر بعض نصائح لکھی ہیں۔ مذکورہ مثنوی ۹۹۳ھ کی تصنیف ہے۔

ہند میں گزر

صرفی نے کئی بار ہند میں گزر فرمایا ہے۔ انھوں نے سیالکوٹ، لاہور، لدھیانہ پانی پت، ملتان، دہلی، آگرہ، جونپور، میوات، اجمیر، جودھپور، گجرات، کاٹھیاواڑ، سرہند اور احمد آباد جانے کا خود ذکر کیا ہے[۲]۔ ملک زین الدین احمد آبادی اور شیخ محمود سے آپ نے درسِ حدیث لیا تھا۔ آگرہ میں آپ نے شیخ سلیم چشتی سے ملاقات کی۔ ان کے ساتھ آپ نے ایک سفرِ حج بھی انجام دیا تھا۔ فیضی اور عبدالقادر بدایونی سے آپ کی دوستی کا اشارہ ہو چکا۔ آپ عبدالقادر بدایونی کے ہاں مہمان رہا کرتے اور یہ مؤرخ کشمیر جاتا تو صرفی کے ہاں ٹھہرتا۔ اس نے منتخب التواریخ میں صرفی کا دوبار ذکر کیا اور تصریح کی کہ شاہنشاہ ہمایوں اور اکبر صرفی کی سیاسی بصیرت اور استعداد کے بے حد قائل تھے۔ شاہ طہماسپ نے بھی ہمایوں سے صرفی کی بصیرت کا ذکر کیا تھا۔ اکبر سے اُن کا

---

[۱] سعید نفیسی: تاریخ نظم و نثر فارسی در ایران و در زبانِ فارسی جلد ۲ "صرفی کشمیری"۔
[۲] مسالک الاخیار۔

رابطہ ابو الفضل اور فیضی کے توسط سے تھا۔ اول الذکر اکبرنامے میں لکھتا ہے کہ

"اس دور میں دینی مسائل پر گفتگو کرنے کی بہترین سند صرفی کو حاصل ہے۔"

فیضی نے اپنی معروف بے نقط تفسیر قرآن (سواطع الالہام) لکھی تو صرفی سے اس پر دیباچہ لکھنے کو کہا۔ شیخ کا جو دیباچہ دستیاب ہے، یہ آپ نے فی البدیہہ لکھا اور فیضی کو محو حیرت کر دیا تھا۔[۵]

یہ امر قابل ذکر ہے کہ شیخ صرفی نے ابو الفضل اور فیضی وغیرہما سے دوستی کے باوجود ان کے اباحی اور گمراہانہ افکار و نظریات کی کبھی حمایت نہیں کی۔ عبد القادر بدایونی کی مانند وہ بھی دینِ الٰہی کی گمراہی کے خلاف لکھتے اور کہتے رہے ہیں۔

صرفی کے ایک سفرِ ہند کے دوران حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانیؒ نے ان سے سندِ حدیث لی تھی۔

وسیع سیاحت

حضرت صرفی کے بارے میں تذکرہ نویس متفق ہیں کہ آپ نے چالیس[۴۰] بڑے اسلامی شہروں میں گذر فرمایا۔ اور اچھی علماء و اعیان سے ملاقات کی ہے۔ عجم و عرب کے دیگر شہر جن میں انھوں نے وسیع سیاحت فرمائی ان میں تبریز، کاشان، قزوین، ہرات، سمنان، بخارا، کابل، بلخ، بدخشان، سبزوار، خوارزم، مرو، حضرموت، یمن، کربلائے معلّی اور حلب کا ذکر ابھی تک نہیں کیا گیا۔[۶]

وادی جموں و کشمیر اور اس کے نواحی وسیع علاقے، صرفی کے طے کیے ہوئے تھے وہ محلّہ دیوگجن میں شیخ سلطان کی مشہور خانقاہ میں عبادت فرماتے مگر تبلیغ و اصلاح کے لیے دُور کے سفر کا بھی وقت نکالتے رہے ہیں۔ ممالک عرب میں سیاحت کے دوران

---

[۵] عبد القادر سروری: کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ "عہد چک"۔

[۶] محمد اعظم دیدہ مری: واقعاتِ کشمیر

صرفی نے علماء سے خصوصی استفادہ کیا تھا۔ دوسرے حج کے دوران جس سے آپ ۹۸۶ھ میں واپس کشمیر لوٹے تھے، آپ نے مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالعزیز اور مولانا حاذق طرمی سے ملاقات کی۔ شیخ حسین خوارزمی سے آپ نے حضرت ابن عربی کی فصوص الحکم سبقاً سبقاً پڑھی اور شیخ فتح اللہ سے فتوحات مکیہ کو پڑھا۔ مدینہ منورہ میں عبدالحمید نام کے دو بڑے شیوخ اور صوفیہ نے صرفی پر خصوصی اثرات ڈالے۔ حضرموت کے شیخ عبداللہ، محمد الیمانی، ابوسعید اور محمد علی کے اثرات کا اعتراف انھوں نے اپنے اشعار میں بھی کیا ہے۔

ان تینوں ممالک میں گھومنے اور علماء و فضلاء سے ملاقاتوں نے صرفی کے کمالات کو اجاگر کیا ہے۔

بحیثیت مصنف

شیخ صرفی بہت بڑے مصنف تھے۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں جن میں چند ایک کے نام ہم لکھ رہے ہیں:۔

۱۔ تفسیر قرآن:۔ یہ تفسیر امام رازی کی تفسیر کبیر کی مانند مفصل ہے مگر نامکمل رہ گئی۔ اس عرفانی تفسیر کا نام مطالب الطالبین ہے۔

۲۔ شرح بخاری شریف

۳۔ روائح:۔ جامی کی لوائح کے اسلوب پر ہے۔

۴۔ رسالہ اذکار و مناسک حج

۵۔ رسالہ تصوف:۔ اس رسالے میں اکل حلال اور حقوق العباد کی خصوصی تلقین ملتی ہے۔

۶۔ حاشیہ توضیح و التلویح

عرفانی شاعر

صرفی کا مکمل دیوان ہنوز چھپا نہیں مگر ان کی عارفانہ غزل، قصیدہ، نعت، منقبت اور رباعیات کے کئی منتخبات شائع ہو چکے ہیں۔ کاشمر (جلد اول و دوم)، تذکرہ شعرائے کشمیر

مرتبہ پیر سید حسام الدین راشدی، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ، برگزیدہ ای از شعرائے کشمیر مؤلفہ ڈاکٹر گ۔ل۔ ٹیکو اور ایران کبیر و ایران صغیر[2] وغیرہ کتب میں ان کے اشعار کی خاصی تعداد موجود ہے۔ ان کا کلام، اساتذہ شعراء کے مانند ہموار، موثر اور فنی خوبیوں سے مملو ہے۔ یہاں دو غزلوں کا مختصر انتخاب درج کیا جا رہا ہے ــــ

گرنہ گل رخسار از شبنم سرشتے گلعذار ما
یارب کہ شد کانہا شود در چشم من چو خار ہا

در بزم عیش مطربا چنگ و رباب خویش را
از زخمہ جان ما باید کہ سازی تار ہا

یارب چرا از من رمید آں شوخ دیبا پیر آمدید
یکبار ہم سویم ندید اما بسوئے عیش یار ہا

کار قیامت چوں کند لیکن بہ پرورد منعمان عرقچین
از دست بدکاری چنین تا کہ کشم آزار ہا

گل منفعل از روئے تو، سرو از قد دلجوئے تو
بلبل چو صرفی سوئے تو رو کرد از گلزار ہا

می کشتی بر بیگناہی خویش این درویش را
وہ می دانم من مسکین گناہ خویش را

غایت لطف است از کشتن بہ شمشیر جفا
بر من است این لطف باری آں جفا اندیش را

خلق در اندیشۂ دنیا و فکر آخرت
نیست پروائے دو عالم صرفی درویش را

جامی ثانی

صرفی، جامی سے ایک سلسلے کے ذریعے منسلک ہو جاتے ہیں۔ ان کی تصانیف اور دیوان میں جامی کا رنگ جھلکتا ہے، مگر اس کا سب سے بڑا نمونہ ان کا خمسہ ہے۔ فارسی

---

[2] شائع کردہ آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور ۱۹۷۱ء۔ اس کتاب کے مشمولہ پانچ مقالوں میں سے دو راقم الحروف کے ہیں۔

میں خمسہ نگاری کی بنیاد نظامی گنجوی (م تقریباً ۶۱۴ھ) کے ذریعے ہوئی۔ حضرت امیر خسرو دہلوی (م ۷۲۵ھ) اور مولانا جامی نے نظامی کی تقلید میں اپنی طبیعت کے جوہر دکھائے صرفی کا "خمسہ" چوتھا نمونہ ہے۔ انھوں نے نظامی پر توجہ رکھی مگر اپنی افتادِ طبع کے مطابق دین و عرفان کی باتیں نظم کی ہیں۔ ان کے خمسہ (پنج گنج) میں مندرجہ ذیل پانچ مثنویاں شامل ہیں:-

۱۔ مسلک الاخیار
۲۔ مقاماتِ مُرشد
۳۔ لیلیٰ مجنوں
۴۔ مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۵۔ وامق و عذرا

پہلی دو مثنویاں شاعر کے روحانی تجربات، اس کے سوانح اور اس کے مرشدوں کے مراتب کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ مسلک الاخیار کو نظامی کے مخزن الاسرار کا جواب سمجھنا چاہیے۔ دُوسری مثنوی میں حضرت شیخ حسین خوارزمی اور ان کے سلسلۂ طریقت (کبروی) کے بزرگوں کا ذکر ہے۔ تیسری اور پانچویں مثنویاں نیم عاشقانہ نیم عارفانہ ہیں، لیلیٰ مجنوں کا قصہ معروف انداز میں بیان ہوا ہے۔ وامق و عذرا کی داستان منفرد ہے، اس نام کی داستانوں کے فارسی، ترکی، اور کشمیری مجموعوں کے بارے میں مولوی ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم نے اعلیٰ ترین تحقیق پیش کر دی ہے[۱] ڈاکٹر محمد جعفر محجوب نے چند دیگر فارسی داستانوں کا اضافہ کروایا[۲]۔ صرفی کی مثنوی وامق و عذرا میں مذکور قصہ یمنی اور رُومی کردار پر مشتمل ہے اور یہ ۱۸۸۹ء میں نول کشور پریس سے شائع ہو چکی۔ (فسانۂ وامق و عذرا کی ایک جلد پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے)۔ چوتھی مثنوی ۱۰۰۰ھ میں لکھی گئی اور یہ نظامی کی مبالغہ آمیز مثنوی اسکندر نامہ کا تاریخی حقائق پر مبنی جواب ہے۔ مثنوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے بیان پر مشتمل ہے اور بقول شاعر ؎

۱۔ وامق و عذرا عنصری لاہور ۱۹۶۷ء ۲۔ مجلہ سخن تہران کے دو شماروں کے ذریعے، دیکھیے ماہنامہ ادبی دنیا لاہور اپریل ۱۹۶۲ء میں راقم الحروف کا مقالہ۔